مولانا ابوالمعز عرفان الحق حقانی

کاروان آخرت کے چار مسافر

شیخ التفسیر حضرت مولانا اسحاق کشمیری ومدنیؒ

آئے روز اہل علم وعرفان کے اٹھنے سے علمی دنیا کی رونقیں ماند پڑ رہی ہیں یہی قیامت کی نشانیوں میں سے بھی ایک ہے کہ علماء یکے بعد دیگرے عدم کے پردوں میں چھپتے جائیں گے، اسی سلسلہ کی ایک کڑی شیخ التفسیر مولانا محمد اسحاق مدنی کشمیریؒ کی رحلت کا سانحہ ہے، آپ ۲۷ جون ۲۱۰۸ کو آخرت کا کاروان سجا کر اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔اللھم اجعل الجنة الفردوس ماواہ

موصوف کی صرف خط وکتابت کو مدنظر رکھا جائے تو مرکز علم دارالعلوم حقانیہ، قائد شریعت جدی المکرّم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور عمی المکرّم قائد جمعیت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ساتھ محبت وتعلق خاطر کا عرصہ نصف صدی پر محیط معلوم ہوگا۔ ع نصف صدی کا قصہ ہے دوچار برس کی بات نہیں

اخلاص وتقویٰ، علمی تفوق، تواضع، قلمی روانگی، خیرخواہی قوم وملت کی دردمندی اور وفاشعاری آپ کی وہ صفات عالیہ ہیں جو مرحوم کی زندگی کا تجزیہ کرنے والا ہر شخص محسوس کرسکتا ہے، بعد مسافت کی وجہ سے احقر کی ان کے ساتھ زیادہ ملاقاتیں تو نہ ہوسکیں تاہم چند ایک ملاقاتوں میں بھی انہوں نے جس توجہ محبت ودلجوئی سے نوازا وہ دل پر تاحال نقش ہیں، مولانا مرحوم کا عظیم صدقہ جاریہ تفسیر مدنی موسوم بعمدۃ البیان باقیات الصلحت کے مصداق ان کے لئے ذخیرہ آخرت ہے جس کے بارے میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا عاشق الٰہی مدنیؒ، حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ، حضرت مولانا اخلاق حسن قاسمی اور حضرت مولانا سلمان الحسنی، شیخ التفسیر بالحدیث مولانا شیر علی شاہ قدس سرہ العزیز جیسے جبال العلم واساطین کی آراء گرامی سند کا درجہ رکھتی ہیں۔

مولانا مدنی مرحوم کی مختصر سوانح کچھ یوں ہے کہ آپ ۱۹۴۲ء میں سردار خان ولی بن سردار نواب خان کے گھر آزاد کشمیر منگ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی، باضابطہ درس نظامی کے لئے دارالعلوم پلندری میں شیخ الحدیث مولانا یوسف خانؒ کے ہاں داخلہ لیا، بعدازاں علمی خوشہ چینی کے لئے کراچی پہنچے، جہاں دارالعلوم عربیہ نیوٹاؤن سے ۱۹۶۵ء میں فراغت پائی تکمیل علوم کے بعد تدریسی زندگی کا آغاز اپنے ابتدائی مادر علمی دارالعلوم پلندری سے کیا۔ ۱۹۶۷ سے ۱۹۷۲ء تک وہیں پڑھایا، ۱۹۷۲ء میں

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ پہنچ کر جوار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تحصیل علم کی سعادت سے بہرور ہوئے۔ ۱۹۷۶ء میں فراغت کے بعد سعودی مرکز الدعوۃ والارشاد کی طرف سے متحدہ عرب امارت میں بحیثیت داعی تعینات ہوئے۔ عرصہ ۳۰ سال تک دبئی وگردونواح میں دینی تدریس ودعوت کے کاموں میں مشغول رہ کر ۲۰۰۷ء کو پاکستان واپسی اختیار کی۔ آپ کے پسماندگان میں چھ بیٹے مولانا محمد طاہر مدنی، حافظ عمران، حافظ عامر، محمد عمار، محمد رضوان، حافظ منصور اور تین بہنیں شامل ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے فرزندوں کو صبر جمیل کے ساتھ مرحوم کی تشنہ تکمیل علمی کاموں کو سر کرنے کی توفیق سے نوازے۔ امین

حضرت مولانا سعید الرحمٰن شاہ حقانی کاکاصاحب

دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل، دبنگ وبارعب اور خاکسار طبعیت کے حامل حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب ساکن کاکا صاحب ۲۸ رمئی ۲۰۱۸ء کو علی الصبح ساڑھے تین بجے انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، اللھم اغفرہ۔ نماز جنازہ دس بجے صبح آپ کے چھوٹے بھائی مولانا سعد الحمیدؒ کی امامت میں ادا کیا گیا۔ مرحوم نے دارالعلوم حقانیہ میں اس زمانہ میں تحصیل علم کیا، جب مدرسہ گاؤں کے ایک چھوٹی سی مسجد میں قائم تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ان کے چچا ڈاکٹر میاں عبدالماجد مرحوم نے زیارت کاکا صاحب سے ہجرت کرکے یہاں لوگوں کے علاج معالجے کی خدمات کے لئے خود کو وقف کر رکھا تھا۔ ۱۳۷۳ھ بمطابق ۱۹۵۴ء کو دارالعلوم سے دستار فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے علم تفسیر میں خوشہ چینی کے لئے لاہور پہنچے اور دوران درس ان کے افادات کو محفوظ کرتے رہے۔ ان کے بچوں کے ساتھ یہ قیمتی خزانہ اب بھی موجود ہے۔ عملی زندگی میں معلّمی کا پیشہ اختیار کرکے سرکاری سکول میں فارسی کے ٹیچر مقرر ہوئے۔ ملازمت کے دوران پیرپیائی اور نوشہرہ نمبر ا سکول میں تعیناتی رہی۔ ۱۹۹۱ء میں ریٹائرمنٹ پائی۔ انگریزیت سے سخت نفرت تھی اور اس نفرت کا اظہار کبھی کبھی اس طرح کہہ کرتے کہ اگر کوئی مجھے ایک ہزار روپیہ بھی دے تو انگریزی کا ایک لفظ سکھانے کا روادار نہیں ہوں۔ آپ کی اولاد میں مولانا سعد الحفیظ اور مولانا سعد العلیم فضلاء حقانیہ کے علاوہ تین بیٹیاں شامل ہیں۔

حضرت مولانا حافظ محمد سعد الحمید شاہ حقانیؒ کاکاصاحب

نوشہرہ صدر میں اولین دینی کتب خانہ کی داغ بیل ڈالنے والی شخصیت، دارالعلوم حقانیہ کے فاضل، شیخ رحمکار المعروف کاکاصاحب گاؤں کے معروف عالم دین حضرت مولانا سعد الحمید صاحب مختصر علالت کے بعد گزشتہ دنوں سہ پہر تین بجے بروز ہفتہ ۲۸ر جولائی ۲۰۱۸ء کو اس دار فانی سے دارالقرار کی

طرف کوچ کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم وسع مدخلہ آپ ان فضلاء کرام میں شامل تھے جنہوں نے عمر بھر مادر علمی سے بھرپور رشتہ استوار رکھا، خانوادہ حقانی کے ہر ہر فرد کے ساتھ محبت وخلوص کا تعلق مرتے دم تک نبھایا۔ انکے والد مولانا حافظ سعادت شاہ ہندوستان میں علوم دینیہ اور خاص کر علم حدیث کی خوشہ چینی کرنے کے بعد اپنے گاؤں پہنچے، تو قمبر خیل مسجد میں امام وخطیب مقرر ہوکر لوگوں کی دینی رہنمائی کا کام شروع کیااور تادم وفات خدمت دین کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ جدِ امجد ملا گل صاحب مرحوم بھی شہاب خیل میں دینی سیادت کے کام پر مامور رہے۔ جنکے اجداد افغانستان کے صوبہ جلال آباد کے گاؤں دہ بالا سے نقل مکانی کر کے یہاں آباد ہوگئے تھے۔انکا تعلق شینواری قوم کی شاخ لباس خیل سے تھا۔

مولانا سعدالحمید نے اپنے والد سے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی اور پھر گاؤں کے ہائی سکول سے میٹرک کیا، ازاں بعد دینی تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں درس نظامی کے پڑھنے سے کیا، کافیہ کے لئے دارالعلوم حقانیہ میں آکر داخلہ لیا۔ ۱۹۶۶ء میں فراغت پائی ۔اقتصادی ضروریات کے لئے اپنے بھائی کے مشورے پر نوشہرہ صدر میں دینی کتب خانہ قائم کیا، جوآج تک نوشہرہ کے باسیوں کے دینی ضروریات پوری کر رہی ہے۔ اسی کتب خانہ میں مرحوم نوشہرہ کے بعض طلباء کومختلف کتابیں بھی پڑھاتے تھے۔اپنے والد کی رحلت کے بعدان کی جگہ محلّہ کی مسجد میں امامت کا کام بھی آپ کے ذمہ ہوچلا، جہاں تسلسل کے ساتھ رمضان میں قرآن پاک سنانے کی سعادت بھی حاصل رہی ، امسال بھی رمضان میں بڑھاپے اور نقاہت کے باوجود یہ فریضہ باحسن انجام دیا۔ایک ماہ قبل گھر میں پھسلنے کی وجہ سے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی، جس کا فوری آپریشن کیا گیا تاہم یہی علالت آپ کی وفات کا سبب بن گیا۔نماز جنازہ اسی روز بعد المغرب آٹھ بجے مولانا انوارالحق صاحب کی امامت میں پڑھا گیا، احقر نے تیسرے روز برادرم مولانا لقمان الحق حقانی کی معیت میں فاتحہ خوانی کیلئے ان کے ہاں حاضری دی۔آپکی اولاد میں مولانا سعد الاحد، مولانا سعد الواحد اور مولانا سعد الرحیم بحمداللہ تینوں دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں۔والباقیات الصالحات خیرعند ربك ثوابا و خیر املا

جواں سال مولانا حافظ اسداللہ حقانیؒ (خادم خاص شیخ التفسیر والحدیث مولانا عبدالحلیم دیر بابا جی)

ہمارے شاگرد رشید، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نوجواں فاضل، اساتذہ کی خدمت کی شعاری کے وصف پر پورا اترنے والے وفادار انسان، حافظ قرآن، مولانا قاری اسد اللہ حقانی طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں بروز منگل ۳۱/جولائی ۲۰۱۸ء کی صبح طویل علالت کے بعد چارسدہ کے گاؤں شیرپاؤ میں اس دنیا سے پردہ فرما گئے ”انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اغفرہ وارحمہ واجعل الجنة مثواہ“ بیماری کی شدت کی وجہ سے وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا تھا، ایک عرصہ سے قاری صاحب پیٹ ومعدہ کے موذی مرض

کینسر میں مبتلا تھے، دو تین سال قبل آپریشن کے دوران تشخیص ہوئی، تو بستر علالت پر پڑ گئے، دو تین ماہ علیل رہنے کے بعد دم درود اور علاج کے ذریعہ افاقہ ہوا، تو پھر مادر علمی پہنچ کر اپنے محبوب استاد اور دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث ورہبر طریقت مولانا عبدالحلیم المعروف بہ دیر بابا جی کی خدمت میں لگ گئے۔

یاد رہے کہ مرحوم قاری صاحب نے حقانیہ سے ۲۰۱۱ء میں فراغت پائی تھی، تاہم فراغت کے بعد اس نے اپنے اساتذہ سے جدائی اختیار کرنے کے بجائے اپنی بقیہ زندگی روحانی مربیوں کی خدمت میں صرف کرنے کا عزم کیا۔ مادیت کے اس دور میں ایسی مثالیں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں کہ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنی ذات اور مستقبل کے لئے کچھ سوچنے اور کرزرنے کے بجائے استاد کے در پر پڑ کر اس کی خدمت ہی کو معراج سمجھنا۔ اس میں موصوف کی عظمت وجزبہ کیساتھ ساتھ یقیناً اس کے والدین و برادران کی بھی دینی صلابت ظاہر ہوتی، کہ انہوں نے اپنے بچے اور بھائی کو دنیا کے کسی کام میں لگنے پر زور نہ دیا۔ اسی خدمت شعاری کے جزبہ کے بدولت مرحوم ہر استاد کے دوران طالبعلمی اور فراغت کے بعد مرتے دم تک منظور نظر رہے۔

مزاجاً موصوف نفیس طبع واقع ہونے کے ساتھ ساتھ ہر وقت سفید کپڑے زیب رکھنے کی سنت پر عمل پیرا نظر آتے تھے، جب شیخ الحدیث مولانا حسن جان رحمہ اللہ کی دردناک شہادت کا واقع پیش آیا تو اس سے چند دن بعد قاری صاحب نے مجھ سے مل کر کہا کہ: ''جی کل میں نے خواب دیکھا کہ عالیشان محل ہے اس میں شہید موصوف ایک جگہ تشریف فرما نظر آرہے ہیں، ساتھ ہی ایک جگہ دوسری تخت نما قسم کی نظر آرہی تھی، میں نے کہا کہ یہ کس کے لئے مختص ہے'' تو فرمایا کہ یہ عرفان الحق کی جگہ ہے۔ میں نے خواب سن کر کہا کہ شیخ صاحب شہید کا مقام تو یقیناً جنت میں اعلیٰ محل ہوگا ہی، تاہم میری جگہ ان کے جوار میں یہ آپ کا حسن ظن ہی ہے حقیقت نہیں۔ جس پر قاری صاحب نے قسم لے کر کہا کہ واللہ میں نے شیخ کی زبان سے خواب میں نے متعدد دفعہ سنا ہے کہ یہ مولانا عرفان الحق کی جگہ ہے۔ میں تاویل کرتے ہوئے نے عرض کیا کہ شاید ان کی مجھ سے خوشی و رضامندی کا اظہار ہو، اسلئے کہ شہادت سے قبل ایک ملاقات میں انہوں نے مجھے کہا کہ تم نے اپنا سفر ایران جو مولانا سمیع الحق اور مولانا شیر علی شاہ صاحب کی معیت میں کیا تھا الحق میں چھپوادیا، جبکہ اس سے پہلے میں اور آپ ۲۰۰۴ء میں ایران گئے تھے، اسے گول کر دیا، جس پر میں نے وہ گزشتہ سفر کی روئیداد قلمبند کر کے اگلے ماہ الحق میں شائع کردی اسے ملاحظہ کر کے وہ بڑے خوش ہوئے تاہم افسوس مزید قسطیں آنے سے قبل ہی وہ رحلت فرما گئے، تو یہ ان کی روحانی خوشی کا مظہر ہے۔

ایک دوسرے موقع پر اسد اللہ مرحوم نے مجھ سے کہا کہ جی آج میں نے خواب دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ہیں اور دارالحدیث کے مینار کے ساتھ میں نے مولانا شیر علی شاہ صاحب کے ہمراہ ان کی زیارت کی، شیخ صاحب سے میں نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ جس پر

آپ نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں جو کہ عرفان الحق کی ملاقات کے لئے یہاں آئے ہیں۔ پھر خواب میں مولانا شیر علی شاہ صاحب نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے یہ حضرت خضرؑ ہیں جو عرفان الحق کی ملاقات کے لئے آئے ہیں، اب بھی کہتا ہوں اور آئندہ بھی کہوں گا۔

میں نے خواب سن کر شرمندگی سے سر جھکاتے ہوئے کہا کہ من آنم کہ من دانم۔ اپنے آپ سے کوئی انسان چھپا نہیں رہتا۔ کہا ہم سراپا گنہگار اور کہا ایسے عظیم لوگ، تاہم قاری صاحب یہ آپ کی میرے ساتھ محبت ہی ہے۔ یہ دو خواب ہرگز نہ لکھتا اگر آج ہمارے یہ مخلص شاگرد جس کی رحلت کا سانحہ پیش ایا ہے، اس پر لکھنے کی نوبت نہ آتی، اللہ تعالیٰ اسے خودستائی اور خودنمائی کے زمرے میں شمار نہ فرمائے۔ یفعل الله ما یشاء۔

قاری صاحب موصوف کے مختصر حالات جو ان کے بھائی قاری بیت اللہ سے میسر آسکے ہیں۔ ۳ر مئی ۱۹۸۵ء کو بیگزئی شیر پاؤ میں مولوی محمد جان ولد پیر محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔ جس کا تعلق درانی قوم سے ہے، آپ کے والد افغانستان سے ہجرت کر کے پاکستان میں آباد ہوئے، شیر پاؤ میں شادی ہوئی اور پھر زمینداری کے پیشہ سے وابستہ ہوئے، آپ کے ماموں شیخ الحدیث مولانا گل محمد دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فضلاء میں سے ہیں جو ۱۹۷۱ء میں فارغ ہوئے۔ انہوں نے علمی زندگی کی ابتداء کچھ اس طرح سے کی۔ ناظرہ قرآن پاک مولانا رحمت ہادی صاحب کے مدرسہ واقع پشاور میں پڑھنا شروع کیا ساتھ ہی گورنمنٹ پرائمری سکول پنجہ غلام اور پھر اسی علاقے کے ہائی سکول سے مڈل پاس کرنے کے بعد حفظ قرآن کیلئے ۱۹۹۹ء کو مدرسہ تجوید القرآن شیر پاؤ میں داخلہ لیا۔ تکمیل حفظ کے بعد ایشیاء کے عظیم اسلامی مدرسہ دارالعلوم حقانیہ میں درس نظامی کے لئے وارد ہوئے اور پھر ادھر ہی کر رہ گئے۔ پڑھنے کے دوران اپنے اساتذہ سے عقیدت و تعلق اور خدمت ان کا خصوصی وطیرہ رہا۔

بیماری کے دوران آخر میں غشی طاری ہوجاتی تھی، اس سے افاقہ پر بھائی کو کہتے کہ باباجی (دیر بابا) کدھر ہے۔ وہ اسے تسلی دے کر کہتے کہ ابھی گھر چلے گئے۔ پھر جب تیمار دار اٹھنے کیلئے اسے سہارا دیتے تو یہ کہتا کہ مجھے چھوڑ دے باباجی کو پکڑ لیں۔ گویا مرض و بستر موت پر بھی اسے اپنے استاد کو سہارا اور خدمت کرنے کا ہی غم تھا...... ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ہر کہ خود را دید او محروم شد

امید ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں مخدومیت کے اعلیٰ مراتب سے نوازے گا۔

ان کا نماز جنازہ اسی روز بعد العصر چھ بجے اپنے گاؤں میں مولانا انوار الحق صاحب کی امامت میں ادا کیا گیا، جس میں گرد و نواح اور دور دراز کے سینکڑوں علماء اور طلباء نے شرکت کی۔ جنازہ سے قبل احقر نے تعزیتی خطاب کے دوران کہا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ: کن عالماً او متعلماً او خادماً موصوف میں یہ تینوں صفات جمع ہوگئے تھے۔ بعد ازاں مولانا انوار الحق صاحب نے بھی خطاب فرمایا۔